حصّہ (ج)

13083CH21

نثری اصناف

© NCERT
not to be republished

داستان

اردو کے افسانوی ادب (Fiction) کی تاریخ میں جن اصناف کی خاص اہمیت ہے، اُن میں ناول اور افسانے کے علاوہ داستان بھی شامل ہے۔ افسانوی ادب کی اِن اصناف میں داستان سب سے قدیم ہے۔ بنیادی طور پر داستان کا فن بیانیہ کا فن ہے۔ جس کا زیادہ تعلق سننے سنانے سے ہے۔ اردو میں داستان گوئی کی روایت کسی نہ کسی طور پر آج بھی قائم ہے۔

داستان کے بارے میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ داستان کسی ایک واقعے پر مبنی نہیں ہوتی، اس میں ایک قصّے کے خاتمے سے پہلے دوسرا قصّہ شروع ہوجاتا ہے اور ہر قصّہ ایک خاص انجام کو پہنچتا ہے۔ قصّہ در قصّہ کی یہ کیفیت داستان کو ایک سلسلے وار لڑی کے طور پر قائم رکھتی ہے۔ اسی بنا پر داستان طویل ہوتی چلی جاتی ہے۔

داستان میں ایک مرکزی کردار ہوتا ہے۔ کسی بڑی مہم کو سر کرنے کے لیے وہ کئی طرح کے خطرناک مرحلوں سے گزرتا ہے۔ جب وہ مہم سر ہوجاتی ہے تو ایک خاص منزل پر داستان اپنے انجام تک پہنچتی ہے۔ عام طور پر داستانوں کا انجام خوش گوار ہوتا ہے۔

داستان میں دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سُننے یا پڑھنے والے کے تحیّر اور تجسّس کو قائم رکھے۔ داستان کے مافوق الفطرت عناصر اور کردار بھی تحیّر کی فضا کو قائم رکھنے میں معاون ہوتے ہیں۔ داستان کو ایک کے بعد ایک کئی منتہاؤں (Climaxes) سے اسی لیے گزارا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے مؤثر زبان استعمال کی جاتی ہے کہ داستان کی طوالت اکتاہٹ کا سبب نہ بن جائے۔

© NCERT not to be republished

ناول

ناول ایک نثری بیانیہ ہے۔جس کی طوالت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔مغرب ہی میں نہیں اردو میں بھی دو ہزار سے زیادہ صفحات پر پھیلے ہوئے ناول کی مثال ملتی ہے۔مختصر ناول کو ناولٹ بھی کہتے ہیں۔

ناول زندگی کی طرح وسیع ہوتا ہے۔ اس کے لیے کسی خاص موضوع کی قید نہیں ہے۔اس میں زندگی کے ہر رنگ اور ہر تجربے کو موضوع بنایا جا سکتا ہے ۔اسی بنیاد پر ناولوں کی تکنیک بھی ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔ نقطۂ نظر میں بھی فرق ہوتا ہے۔اگرچہ ناول کی کسی ایک تعریف کو حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا پھر بھی بعض ایسی خصوصیات ہیں جن کی کم یا زیادہ پابندی اکثر ناول نگاروں نے کی ہے۔

- ناول میں ایک خاص فنّی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ اُس کے مختلف اجزا میں بکھراؤ پیدا نہ ہوسکے۔
- ناول کا پلاٹ اُسے ایک خاص تنظیم مہیا کرتا ہے جس میں ہر واقعہ دوسرے واقعے کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ ایسے ناول بھی لکھے گئے ہیں جنھیں پلاٹ سے عاری کہا جاتا ہے یا جوڑ ھیلے پلاٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔جن کا پلاٹ غیر مربوط ہوتا ہے۔
- ناول کو جدید عہد کا رزمیہ بھی کہا گیا ہے۔ ناول کے کردار حقیقت سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔بعض کردار موضوع کے تقاضے کے مطابق ٹائپ یا جامد بھی کہے جاسکتے ہیں۔جن میں واقعات کے اثر سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔کردار اس وقت ایک فرد کی شکل لے لیتا ہے جب وہ اپنی انفرادیت کا احساس دلاتا ہے۔ایک زندہ کردار میں وقت، حالات یا کسی نفسیاتی جبر کے تحت تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں۔ زندہ کردار ہی کسی کامیاب ناول کے ضامن ہوتے ہیں۔
- ناول میں جزئیات نگاری کا بھی خاص مقام ہے،جس میں ’ناول نگار‘ موقع کی مناسبت سے ایک ایک جُز کی

© NCERT not to be republished

تفصیل بیان کرتا ہے۔ اس قسم کی تفصیلات کرداراور صورتِ حال کو معنی خیز بنانے میں معاون ہوتی ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جُزیاتی تفصیل صورتِ حال اور موضوع کے مطابق ہونی چاہیے۔

- ناول میں زبان وبیان یا اسلوب کی بھی خاص اہمیت ہے جس سے سلیقۂ اظہار کا پتا چلتا ہے۔ ناول کی زبان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تخلیقی ہونے کے باوجود اپنے عہد اور ماحول کی زبان سے مطابقت رکھتی ہو۔
- ہر ناول کا ایک نقطۂ نظر ہوتا ہے، جو اس کے موضوع اور مقصد کی ترجمانی کرتا ہے۔

''ناول، نثری بیان کا فن ہے۔ جس کی تشکیل میں پلاٹ، کردار، طرزِ ادا اور نقطۂ نظر کی خاص اہمیت ہوتی ہے۔''

افسانہ

اردو میں افسانے کو مختصر افسانہ یا کہانی بھی کہا جاتا ہے۔ اردو افسانوی ادب کی تاریخ میں داستان کے بعد ناول، پھر افسانے کی منزل آتی ہے۔ افسانہ ایک مقبول ترین نثری صنف ہے جسے ایک نشست میں پڑھا جاسکتا ہے۔ ناول اگر زندگی کے ایک دور کا احاطہ کرتا ہے تو افسانہ زندگی کے کسی ایک پہلو یا ایک انسانی تجربے پر مبنی ہوسکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کسی ایک واقعے یا اس واقعے کے تاثر کی بنیاد پر افسانے کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔

افسانے کے فن میں پلاٹ، کردار، تکنیک اور زبان واسلوب کی خاص اہمیت ہے۔ پلاٹ، واقعے کی ایسی ترتیب ہے جس میں افسانے کے تمام اجزا باہم مربوط ہوتے ہیں۔ اردو میں بغیر پلاٹ کے افسانے بھی لکھے گئے ہیں۔

افسانے میں اختصار کی خاص اہمیت ہے، اکثر افسانے کسی ایک کردار پر مرکوز ہوتے ہیں۔ واقعات اور کرداروں کی بہتات افسانے کو بوجھل اور غیر دلچسپ بنا دیتی ہے۔

چوں کہ افسانہ ایک بیانیہ صنف ہے اس لیے افسانے میں تکنیک کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ افسانہ نگار جب خود کہانی بیان کرتا ہے تو اس میں آپ بیتی کا رنگ آجاتا ہے۔ ایسے افسانوں میں خود کلامی کا عنصر بھی

© NCERT not to be republished

حاوی ہوتا ہے ۔تکنیک میں افسانے کی ابتدا اور انتہا بھی خاص معنویت رکھتی ہے۔ افسانے کا آغاز ایسا ہونا چاہیے کہ وہ قاری کو فوراً اپنی گرفت میں لے لے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے کہ افسانے کا تعلق کس زمانے اور مقام سے ہے۔کوئی بھی افسانہ وقت اور مقام کی قید سے آزاد نہیں ہوسکتا۔

زبان کے سلسلے میں بھی ہر افسانے کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔افسانے کی زبان تخلیقی ہونی چاہیے۔ استعاراتی اور علامتی زبان کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے کہ افسانے کا مقصد فوت نہ ہونے پائے اور افسانہ معمّہ نہ بننے پائے۔

''افسانہ ایک ایسی نثری صنف ہےجس میں کسی ایک واقعے یا زندگی کے کسی ایک پہلو کو کم سے کم لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے۔افسانے میں بیان کا ایسا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے کہ دلچسپی قائم رہے اور افسانے کا مقصد بھی واضح ہوجائے، اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تاثّر کی وحدت ہر حال میں برقرار رہے۔''

ڈراما

ڈراما دراصل اسٹیج کا فن ہے۔ڈراما لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اسے کرکے دکھایا جائے۔

ڈرامے کی روایت قدیم ہے۔ یہ ایک مقبول صنف ہے۔ داستان، ناول اور افسانے کی زیادہ تر خوبیاں جیسے کردار نگاری، قصہ گوئی، مکالمہ نگاری، ڈرامے میں بھی پائی جاتی ہیں ۔مگر ڈراما ان سب سے الگ پہچان بھی رکھتا ہے۔ڈرامے میں ہم جیتے جاگتے کرداروں کو عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ڈراما نگار انھیں جس طرح پیش کرتا ہے،ہم انھیں اسی طرح قبول کرتے ہیں یعنی ناظرین سے اس کا سیدھا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

”ڈراما وہ فن ہے جس میں ایک پلاٹ اور قصہ ہوتا ہے جو کرداروں، مکالموں اور اداکاری کے ذریعے ناظرین کے روبرو عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔“

ڈرامے کی صنف نے اب کافی ترقّی کرلی ہے۔ اسٹیج ڈرامے کے علاوہ نکڑ ناٹک، ریڈیو ڈراما اور ٹیلی ویژن ڈرامے کی بھی ایک مستحکم روایت بن چکی ہے۔

نکڑ ناٹک: یہ اپنے نام کی مناسبت سے کسی چوراہے، بازار یا کسی بھی کھُلی جگہ پر کھیلا جاتا ہے۔ ڈراما گروپ کے ذریعے پہلے گانا گا کر، ڈھول بجا کر یا اعلان کرکے بھیڑ جمع کی جاتی ہے۔ جب ناظرین جمع ہوجاتے ہیں تو پھر بھیڑ سے نکل کر کردار ڈراما پیش کرنے لگتے ہیں۔

ریڈیو ڈراما: ریڈیو ڈرامے کا ناظرین کے بدلے سامعین سے رشتہ ہوتا ہے۔ یعنی کرداروں کی بات چیت صوتی تاثر اور موسیقی کے وسیلے سے جو ڈراما ہم تک پہنچتا ہے اُسے ریڈیو ڈراما کہتے ہیں۔

ٹیلی ڈراما: ٹیلی ویژن ڈراما، متحرک تصویروں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

اردو کے اولین ڈرامے خورشیدؔ اور واجد علی شاہ کے رہس ہیں۔ امانت کی ’اِندرسبھا‘ بھی اسی زمانے میں لکھی گئی جو بے حد مقبول ہوئی۔ بعد میں پارسی تھیٹر کی وجہ سے اردو ڈرامے کو بہت فروغ ہوا۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے نصفِ اول میں احسن لکھنوی، پنڈت نرائن پرشاد بیتاب، طالب بنارسی اور آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے بہت مشہور ہوئے۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما انارکلی پہلا معروف ادبی ڈراما ہے۔ بیسویں صدی میں پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر عابد حسین اور فضل الرحمن کے ڈراموں نے غیر معمولی شہرت پائی۔ موجودہ دور میں حبیب تنویر، ابراھیم یوسف، ڈاکٹر محمد حسن اور ریوتی سرن شرما کے نام بہت معروف ہیں۔

© NCERT not to be republished

مضمون

مضمون ایک غیر افسانوی نثری صنف ہے۔ اس صنف میں کسی موضوع پر مربوط انداز میں اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔اس کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ مضمون نگار کسی بھی موضوع پر مضمون لکھ سکتا ہے۔ مضمون میں خیالات کا تسلسل ضروری ہے۔ موضوع کے اعتبار سے مضمون کی مختلف اقسام ہیں۔ جیسے: علمی، ادبی، سیاسی ، سماجی، مذہبی اور معلوماتی مضامین وغیرہ۔

اردو میں مضمون نگاری کا آغاز انیسویں صدی کے وسط سے ہوا۔ سر سیّد اور ان کے معاصرین نے سماجی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر مضمون لکھے۔ اس عہد میں عوام میں ذہنی بیداری پیدا کرنے کے لیے مضامین لکھے گئے۔ مولانا الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد، ذکاء اللہ اور امیر ناصر علی نے معاشرت، تہذیب، مذہب، ادب اور دیگر موضوعات پر مضامین لکھے۔ عبدالحلیم شرر نے تاریخی موضوعات پر مضامین لکھے۔ مولوی عبدالحق، مولانا ابوالکلام آزادؔ، وحید الدین سلیم اور سید سلیمان ندوی وغیرہ نے علمی وادبی مضامین کے ساتھ تحقیقی ، تنقیدی اور لسانی موضوعات پر بھی مضامین لکھے۔ مہدی افادی، سجاد انصاری، نیاز فتحپوری ، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، مجنوں گورکھپوری ، ظ انصاری کے مضامین بھی بہت معروف ہیں اور وسیع حلقوں میں پسند کیے جاتے ہیں۔

مضمون نگاری ایک مقبولِ عام صنف ہے۔ اس میں کسی بھی موضوع پر اظہارِ خیال کی پوری آزادی ہوتی ہے۔ اخبار نویسی کے میدان میں بھی مضمون نگاری کا فن مستقل ترقی کر رہا ہے۔

”مضمون نثر کی وہ صنف ہے جس میں کسی موضوع پر تسلسل کے ساتھ اس طرح اظہارِ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مربوط تحریر بن جاتی ہے۔“

© NCERT not to be republished

انشائیہ

انشائیہ نثری ادب کی ایک اہم صنف ہے۔ یہ انگریزی کے Light Essay یا Personal Essay کی اردو شکل ہے۔ انشائیہ علمی یا معلوماتی مضمون سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کا مقصد اطلاعات فراہم کرنا نہیں ہوتا اور نہ ہی مضمون کی طرح اس میں کسی خاص ترتیب کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ اس کا مقصد مسّرت اور لطف فراہم کرنا ہوتا ہے۔ انشائیے میں مضمون کے برعکس جذبات اور تخیلّ کا سہارا لیا جاتا ہے اور زندگی کے گہرے تجربات کو ہلکے پھلکے شگفتہ، دلکش اور تخلیقی انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ انشائیہ من کی موج یا جذبات کی ایک ترنگ ہے۔

''انشائیہ نثر کی وہ صنف ہے جس میں کسی موضوع کو بے تکلفی کے ساتھ بغیر کسی منطقی ترتیب کے دلکش اور خوبصورت بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔''

سرسید احمد خاں، محمد حسین آزاد، خواجہ حسن نظامی، وزیر آغا وغیرہ اردو کے اہم انشائیہ نگار ہیں۔ اردو کے معروف مزاح نگاروں میں فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، شوکت تھانوی، پطرس بخاری، ملّا رموزی، شفیق الرحمن، مشتاق احمد یوسفی اور یوسف ناظم وغیرہ کے انشائیے بھی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

سوانح

سوانح میں عام طور پر کسی مشہور اور ممتاز ہستی کے حالاتِ زندگی اور اس کے کارناموں کی روداد بیان کی جاتی ہے۔ مواد کے اعتبار سے یہ تاریخ سے زیادہ قریب ہے کیوں کہ اس میں اُس شخص کی پیدائش سے وفات تک، زندگی کے بیشتر واقعات ایک خاص ترتیب سے سامنے آتے ہیں۔ سوانح میں کسی شخص کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس دور کی تاریخی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی صورت حال کا بیان بھی ہوسکتا ہے۔

اردو کے مختلف تذکروں میں بعض شعرا کے حالاتِ زندگی کا ذکر ہوجاتا تھا لیکن سوانح نگاری کو ایک صنف کی ادبی حیثیت حالی اور شبلی نے عطا کی۔ حالی نے 'حیاتِ سعدی'، 'یادگارِ غالب' اور 'حیاتِ جاوید' جیسی سوانح عمریاں لکھیں۔ شبلی نعمانی نے مذہبی و تاریخی شخصیات کو سوانح عمریوں کا موضوع بنایا۔ اس سلسلے میں ان کی مشہور سوانح 'المامون'، 'الفاروق'، 'سیرۃ النعمان'، 'الغزالی' اور 'سیرۃ النبیؐ' ہے۔ 'سیرۃ النبیؐ' کی تکمیل شبلی کے انتقال کے بعد سیّد سلیمان ندوی نے کی۔

منشی ذکاء اللہ، عبدالرزاق کانپوری، عبدالحلیم شرر، مولانا اسلم جیراج پوری، سید سلیمان ندوی، رئیس احمد جعفری، شیخ محمد اکرام، عبدالسلام ندوی، غلام رسول مہر، سررضا علی، اور قاضی عبدالغفار نے مذہبی، علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کی سوانح عمریاں لکھیں۔

بعض شخصیات نے اپنے حالاتِ زندگی خود تحریر کیے ہیں۔ ایسی سوانح نگاری کو آپ بیتی یا خودنوشت کہتے ہیں۔ اردو میں متعدد قلم کاروں اور سیاسی شخصیتوں نے آپ بیتیاں لکھیں ہیں ان میں مولانا محمد جعفر تھانیسری کی آپ بیتی 'کالا پانی' اور مولانا ابوالکلام آزاد کا 'تذکرہ' اور جوش ملیح آبادی کی 'یادوں کی برات'، اردو کی معروف خودنوشت سوانح عمریاں ہیں۔

© NCERT not to be republished

خاکہ

خاکہ نگاری ایسی نثری صنف ہے جس میں کسی شخصیت کے نقوش اس طرح ابھارے جاتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اور خامیاں اُجاگر ہوجاتی ہیں اور قاری کے سامنے ایک جیتی جاگتی تصویر آجاتی ہے ۔ سوانح کے مقابلے میں خاکے میں کسی شخصیت کے حالاتِ زندگی کا بیان بالترتیب نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ نقوش ہوتے ہیں جن سے اس کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ ایک اچھّے خاکے میں جس شخص کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے اُس کی کمزوریوں یا خامیوں کا بیان اس طرح نہیں ہوتا کہ اُس شخصیت کی منفی تصویر سامنے آئے۔

ایک اچھّا خاکہ نگار شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر اس کی خوبیاں اور خامیاں دلچسپ اور شگفتہ انداز میں بیان کرتا ہے۔

اردو میں خاکہ نگاری کا باقاعدہ آغاز تو بیسویں صدی میں ہوا لیکن اُس سے پیشتر شعرا کے تذکروں میں بعض شعرا کی شخصیتوں کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر محمد حسین آزاد کی کتاب ''آبِ حیات'' میں شعرا کی شخصیت کے جو نقوش اُبھارے گئے ہیں وہ خاکہ نگاری سے بہت قریب ہیں۔

مرزا فرحت اللہ بیگ نے اپنے استاد کا خاکہ 'نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی' کے عنوان سے لکھا جو خاکہ نگاری کا شاہ کار ہے۔ مولوی عبدالحق ، رشید احمد صدیقی ، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، شوکت تھانوی، آغا حیدر حسن، شاہد احمد دہلوی، تخلص بھوپالی، اشرف صبوحی، احمد بشیر، محمد طفیل، یوسف ناظم اور مجتبیٰ حسین نے بڑی تعداد میں خاکے لکھے ہیں۔

© NCERT not to be republished

رپورتاژ

رپورتاژ نثر کی ایک جدید صنف ہے۔ رپورتاژ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ کسی حقیقی واقعے کی خبر یا رپورٹ اس طرح تیار کی جائے کہ اس میں افسانے کا انداز پیدا ہوجائے اس لیے اسے صحافت اور افسانے کی درمیانی کڑی کہا گیا ہے۔ رپورتاژ میں چشم دید واقعات اتنے دلچسپ انداز میں بیان کیے جاتے ہیں کہ سچا واقعہ کہانی جیسا لگتا ہے۔

ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر اس صنف کا فروغ ہوا۔ انجمن ترقّی پسند مصنفین کے جلسوں کی روداد حمید اختر نے افسانوی اور محاکاتی انداز میں تحریر کیں جو اخبار ہفت روزہ ''نظام'' میں شائع ہوئی۔ بظاہر یہ ان جلسوں کی رپورٹیں تھیں لیکن ان رپورٹوں میں قلم کار کے ذاتی تاثرات اور رنگ آمیزی نے انھیں ایک دلچسپ روداد بنا دیا۔ رپورتاژ نگار واقعات کو اتنے دلچسپ پیرائے میں پیش کرتا ہے کہ رپورتاژ انشائیہ اور خاکے کی حدوں کو چھولیتا ہے۔

سجاد ظہیر نے ''یادیں'' کے عنوان سے رپورتاژ لکھا۔ کرشن چندر، عادل رشید، عصمت چغتائی، خواجہ احمد عباس، شاہد احمد دہلوی، فکر تونسوی، ابراہیم جلیس، ممتاز مفتی، ظفر انصاری، قدرت اللہ شہاب، خدیجہ مستور جمنا داس اختر، صفیہ اختر اور قرۃ العین حیدر نے بھی رپورتاژ لکھ کر اس صنف کو استحکام بخشا۔

© NCERT not to be republished

سفرنامہ

اردو نثر میں سفرنامے نے اب ایک باضابطہ صنف کی حیثیت اختیار کرلی ہے جس میں مصنف اپنے سفر کے احوال اور تجربات تخلیقی انداز میں بیان کرتا ہے۔

سفرنامہ لکھنے کے لیے کوئی خاص اصول یا تکنیک متعین نہیں ہے مگر اس کا اسلوب ایسا ہونا چاہیے کہ پڑھنے والے کی دلچسپی قائم رہے۔ سفر کے دوران جو تجربات ، مشاہدات اور احساسات ہوتے ہیں، سفرنامہ لکھنے والا انھیں اپنی یادداشت کے لیے ڈائری کی شکل میں نوٹ کرتا رہتا ہے اور سفر ختم ہونے کے بعد انھیں کی مدد سے اپنا سفرنامہ مرتّب کرتا ہے۔ سفرنامے میں گاؤں شہروں ملکوں کی تاریخ، جغرافیہ، سیاسی، سماجی حالات ، موسم اور مناظر وہاں کے باشندوں کے رہن سہن ، کھانے، پینے کے طریقوں اور وہاں کی رسموں اور روایتوں کا ذکر ہوسکتا سفرنامہ لکھنے والا اکثر وبیشتر اپنے سفرنامے کو دلچسپ بنانے کے لیے رنگین بیانی، افسانہ طرازی اور مبالغہ آرائی سے سے بھی کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سفرنامے کی اپنی مخصوص فضا ہوتی ہے۔

اردو کا پہلا سفرنامہ 'عجائبات فرنگ' 19 ویں صدی میں لکھا گیا اس کے مصنف یوسف خاں کمبل پوش تھے۔ سر سید احمد خاں، شبلی نعمانی، خواجہ حسن نظامی، عبدالماجد دریا آبادی، قاضی عبدالغفار، احتشام حسین، قرۃ العین حیدر، صالحہ عابد حسین ، رام لعل، ابن انشا، ممتاز مفتی، مستنصر حسین تارڑ، بیگم اختر ریاض نے دلچسپ اور معلومات افزا سفرنامے لکھے ہیں۔

© NCERT not to be republished